Reforming Money and Banking - How a full-reserve, interest-free system can eliminate government debt, deficits, and inflation

مالیاتی و بینکاری اصلاحات - کس طرح مکمل ریزرو اور بے سود نظام حکومتی قرض، بجٹ خسارے اور افراطِ زر کا خاتمہ کر سکتا ہے

ZAID SALMAN

زید سلمان

تعارف

السلام علیکم۔ میں کمپیوٹر سائنس کا طالبِ علم ہوں۔ اس مضمون کا مقصد صرف میرے ذاتی خیالات کا اظہار ہے۔ نہ میں بینکاری کا ماہر ہوں اور نہ ہی معاشیات کا، لہذا اس تحریر میں فنی اور نظریاتی اعتبار سے متعدد کمزوریاں موجود ہو سکتی ہیں۔ تاہم میں اپنی علمی و فکری استطاعت کے مطابق پوری کوشش کروں گا کہ اپنے خیالات کو واضح اور سادہ الفاظ میں پیش کر سکوں۔

مختصر تاریخ

دورِ حاضر میں نظامِ معیشت کا حُلیہ اگرچہ کافی تبدیل ہو چکا ہے، البتہ اس کی بُنیاد انسانی تاریخ میں عرصۂ دراز سے موجود ہے۔ اس کا آغاز انسانوں کے آپس میں ایک دوسرے سے باہمی تعلقات سے شروع ہوتا ہے، جہاں مختلف وسائل کا تبادلہ ضرورت کے مطابق کیا جاتا رہا۔ بعد ازاں جب باقاعدہ تہذیب اور سلطنتیں وجود میں آئیں تو اس سادہ تبادلے کو قیمتی دھاتوں کی بنیاد پر کیا جانے لگا، جن میں سونا، چاندی اور تانبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

’پیپر کرنسی،‘ یعنی کاغذی زر کا ذکر قرونِ وسطیٰ میں ملتا ہے، جس کی بنیاد چین میں رکھی گئی۔ البتہ اس سے پہلے بھی ہمیں اس سے قریب تر نظام تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ جدید کاغذی کرنسی کا آغاز یورپ سے ہوا اور پھر یورپی غلبے کے زمانے میں دنیا کے اکثر ممالک میں رائج ہوا۔ بہرحال ہمارا مقصد یہاں کرنسی کی تاریخ اور اس کے ارتقا پر گفتگو کرنا نہیں، لہذا اس کی مزید تفصیلات کو بیان کرنا غیر ضروری طوالت کا سبب ہوگا۔ آج کل ہم کاغذ سے آگے بڑھ کر پلاسٹک کے کارڈز اور برقی زر (ڈیجیٹل کرنسی) کی طرف جا رہے ہیں۔

فریکشنل ریزرو سسٹم

موجودہ بینک ''فریکشنل ریزرو سسٹم'' کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس نظام میں بینک کے پاس جمع کیے ہوئے مال کا صرف ایک حصّہ ہوتا ہے، جبکہ باقی حصّے آگے سودی قرضوں کی صورت میں منڈیوں میں گردش کرتے ہیں تاکہ اور دولت پیدا کی جاسکے۔ ان قرضوں سے آنے والا سود بینک اور اُس کے صارفین میں تقسیم ہوتا ہے۔ اُس سود کی ایک چھوٹی شرح صارفین کو دے کر باقی بینک کے حصّے میں آتا ہے۔ اس طرز پر بظاہر تو یہ نظام نہایت مُفاد بخش اور سہل معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اس تصویر کے دوسرے رُخ کو بھی ملحوظِ نظر رکھنا چاہیے۔

بینکوں میں پیسے جمع کروانے والے افراد میں سے اکثر لوگوں کا تعلق متوسط یا اس سے اونچے طبقے سے ہوتا ہے۔ اس جمع شدہ رقم میں بڑا حصّہ سرمایہ داروں اور امیر افراد کا ہوتا ہے، جو پھر اپنے خزانوں کو نہ صرف محفوظ کرتے ہیں بلکہ ان پر سود بھی بھرپور طریقے سے وصول کرتے ہیں۔ چونکہ یہ اضافی رقم اُن کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے، لہذا بغیر کام کیے اس میں مستقل اضافہ — خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو — اُن کے لیے ''آسان کمائی'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور پھر جب بینک اپنا پیسہ کاروبار میں لگاتے ہیں تو اُن کا انتخاب بڑے اور قائم کاروبار ہوتے ہیں، جنہیں بالآخر وہی امیر طبقے کے افراد چلاتے ہیں۔ لہذا پیسے کی گردش اور پیداوار کا توازن بالائی طبقات میں زیادہ مرتکز رہتا ہے۔

اس کے برعکس، غریب طبقے کے افراد بینکوں سے اپنی ضروریات اور روزگار کے لیے جو قرضے لیتے ہیں، اُن پر بھاری مقدار میں سود ادا کرتے ہیں، اور وہ اضافی رقم اصل رقم کے ساتھ مل کر ایک ایسے بوجھ میں تبدیل ہو

جاتی ہے جو کسی بلا سے کم نہیں، جسے ٹالتے ٹالتے عمریں گزر جاتی ہیں۔ یہ باتیں فی الحال ہم صرف سماجی فہم اور منطق کی بنیاد پر بیان کر رہے ہیں، اور ابھی اس بحث میں اسلام میں بیان کی گئی مذمتوں اور سود کے اخروی نتائج کا ذکر نہیں کر رہے۔

یہ ساری کہانی کچھ اضافے کے ساتھ بین الاقوامی منظرنامے پر بھی دکھائی دیتی ہے، جہاں انسان بدل کر ملک ہو جاتے ہیں۔ بہرحال قرض کے تلے پھر بھی غریب ممالک ہی پستے ہیں، اور سرمایہ کاری کے لیے ترقی یافتہ علاقے ہی ترجیح پاتے ہیں۔

فل ریزرو سسٹم

فل ریزرو بینکاری نظام ایک ایسا مالیاتی ماڈل ہے جس میں بینکوں کو اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ عوام کی جانب سے جمع کروائی گئی ہر رقم کے مقابلے میں سو فیصد ریزرو اپنے پاس رکھیں۔ اس نظام میں بینک جمع شدہ رقوم کو آگے قرض کی صورت میں جاری کر کے نیا پیسہ تخلیق نہیں کر سکتے، بلکہ اُن کا کردار محض امانت دار اور ادائیگی کے وسیلے تک محدود ہوتا ہے۔

فل ریزرو بینکاری میں رقم اور قرض کو ایک دوسرے سے واضح طور پر جدا کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جو رقم بطور امانت بینک میں رکھی جائے، وہ مکمل طور پر محفوظ رہتی ہے اور کسی تجارتی یا سرمایہ کاری سرگرمی میں استعمال نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی فرد یا ادارہ سرمایہ کاری یا کاروبار کے لیے رقم درکار ہو، تو وہ قرض کے بجائے علیحدہ سرمایہ کاری کے معاہدے کے تحت فنڈز حاصل کرے گا، جہاں منافع اور نقصان دونوں میں شراکت ہوگی۔

اس نظام کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ پیسے کی مقدار معیشت کی حقیقی ضروریات اور پیداوار سے منسلک ہو جاتی ہے، نہ کہ سودی قرضوں کی رفتار سے۔ چونکہ بینک اب اپنی مرضی سے نیا پیسہ تخلیق نہیں کر سکتے، اس لیے مہنگائی اور بینکاری بحرانوں کے امکانات نمایاں طور پر کم ہو جاتے ہیں۔

بغیر سود کے قرضے اور مضاربت

جب ہم بغیر سود کے قرضوں کو پورے ملک میں ایک باقاعدہ نظام کے تحت نافذ کریں گے تو پھر نئی نسل کی کھیپ، جو سودی قرضوں کی وجہ سے اپنے خیالات کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتی تھی، اُمڈ کر تجارتی منڈیوں اور صنعتوں کی طرف رُخ کرے گی، اور بہت سے نئے کاروبار وجود میں آئیں گے جو نہ صرف ملکی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان تیار کریں گے بلکہ درآمدات میں اضافہ کریں گے، اور برآمدات میں کمی لا کر مہنگائی اور بجٹ خسارے میں کمی لائی جا سکے گی۔ یا پھر رقم دینے والے ادارے، خواہ وہ نجی بینک ہوں یا سرکاری بیت المال، مضاربت کے طے شدہ اصولوں پر رقم فراہم کریں گے اور نفع و نقصان میں شریک دار بنیں گے۔

ہر قرض دینے سے پہلے ادارے میں بیٹھے ماہرین اور اہل کار اس بات کو یقینی بنائیں کہ دیا گیا قرض کیا واقعی ضروری کاموں میں صرف ہو رہا ہے، اور کیا مقررہ مدت کے دوران اس قرض کی واپسی کے غالب امکانات موجود ہیں۔ اور اگر مضاربت کے اصول پر شراکت داری کی جا رہی ہو تو کیا اس کاروبار کے کامیاب ہونے کے امکانات مضبوط ہیں، اور کیا واقعی یہ سودا نفع بخش ہے۔ اس کی سب سے قریب مثال ہم ''شارک ٹینک'' سے لے سکتے ہیں، جسے کچھ ردّ و بدل کے ساتھ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال کر ہمارے معاشرے میں بھی رائج کیا جا سکتا ہے۔

قرض دیتے وقت شرائط کو صاف صاف بیان کرنا اور صرف ضرورت مندوں کو قرض دینا ضروری ہے۔ اس میں بھی کئی معاملات میں گروی (Mortgage) کا طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔ باقی بڑے کاروبار اور صنعتوں کے لیے شرائط میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے، اور چند حدود کے ساتھ آپس میں معاہدات طے کیے جا سکتے ہیں۔ ان سب چیزوں کے دوران بنیادی اصول یہی ہونا چاہیے کہ کس طرح ہم سودی جال سے بچ کر، اسلام کے حلال و حرام کا خیال رکھتے ہوئے، عدل و انصاف پر قائم رہتے ہوئے اپنی معاشرت کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

حکومتی سطح

اب ہم حکومتی سطح پر چند اقدامات کو دیکھ سکتے ہیں جو کہ ریاست سے بالواسطہ اور بلاواسطہ سود کے خاتمے کو یقینی بنائیں گے۔

فل ریزرو بینکاری نظام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ حکومت اپنی مرضی سے افراط زر کو کنٹرول نہ کر سکے اور عام لوگوں کے غیر محسوس طریقے سے مالی حقوق ضبط نہ کر سکے، جبکہ بغیر سود کے قرضے فراہم کر کے چھوٹے اور نئے کاروباروں کی افزائش کرے۔ اس کے علاوہ حکومت ریاستی سطح پر پہلے سے موجود پروڈکشن یونٹس اور نئے پروڈکشن یونٹس میں عوام کو نفع و نقصان کی بنیاد پر اوپن انویسٹمنٹ کا موقع دے، اور اسی طرح جو اسٹارٹ اپس اور صنعتیں عوام کی ہوں اُن میں فعال طور پر سرمایہ کاری کر کے دونوں طرف سے نہ صرف معاشی بلکہ سماجی ترقی کی راہ بھی ہموار کرے۔

بیرونی قرضے لینے کی بجائے عوامی بینکوں سے ہی قرضے لیے جائیں۔ لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ اضافی پڑی رقم کو سنبھالنے کی بجائے یا تو خود منڈیوں میں گردش کیا جائے یا پھر حکومت کو وہ پیسہ قرضے

کے طور پر مقررہ مدت کے لیے دیا جائے۔ یہ نہ صرف بیرونی امداد پر انحصار ختم کرے گا بلکہ عوام اور حکومت کے آپسی اعتماد کو تقویت دے گا اور ہمیں مکمل مالی آزادی کی طرف لے جائے گا۔ اس سے مہنگائی میں کمی آئے گی، سود جیسی لعنت آہستہ آہستہ ہماری سوسائٹی کی رگوں سے نکل جائے گی، اور قومی بجٹ میں مثبت رجحان دیکھنے کو ملے گا۔

اس تحریر کو وقت کی کمی کی وجہ سے مختصر رکھا گیا، اور اپنی بات کو کم سے کم الفاظ میں قارئین تک پہنچانے کی ایک مبہم سی کوشش کی گئی ہے۔